بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

پیغمبر عظیم الشان حضرت محمد مصطفیٰ (ص) کی رحلت

۲۸ / صفر ۱۰ھ عظیم رہبر انسانیت ، نجات بخش عالم بشریت ، پیغمبر رحمت ، حضرت محمد (ص) بن عبداللہ کی رحلت کا روح فرسا و جانکاہ دن ہے ۔ یہ وہ دن ہے جس کے تصور سے ان تمام سالہا سال کے غم و اندوہ ، رنج و الم اور سخت ناگوار حادثات و واقعات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جو اس عظیم عارف ربّانی شخصیت نے مسلسل تیئیس سال تک برداشت کئے ۔ یہ آپ ہی کی ذات بااستقلال تھی جس نے لگاتار اس طویل مدّت میں فتنہ و فساد ، کفر و شرک ، بت پرستی اور جبر و تشدّد کے عوامل کے خلاف ایسی جد و جہد جاری رکھی جو کسی بھی دوسرے شخص کے لئے یقیناً طاقت فرسا و حوصلہ شکن ثابت ہوتی ۔

اس طویل مدّت میں آپ کی یہ سعی و کوشش رہی کہ خداوند کریم کی اطاعت و بندگی کے سلسلے میں اپنی ذات مبارک کو مثالی امّت مسلمہ کے سامنے انسان کامل اور نمونے کے کردار کا مالک ہونے کی حیثیت سے پیش کریں چنانچہ ہر وہ مسلمان جو دین مبین اسلام کے اصول و قواعد کا معتقد اور پابند ہے اس کا فرض ہے کہ آپ کے افعال و اقوال کو اپنی عملی زندگی میں مکمل طور پر اختیار کرے اور اوامر و نواہی سے متعلق ان تمام احکام کی پیروی کرے جن کا مجموعی نام "شریعتِ اسلام" ہے ۔

قرآن پاک یعنی کلام خدا دراصل ایک ایسا آئینہ ہے جس میں حق تعالیٰ کی مکمل ذات عیاں ہے ، یہ اس فیضان الٰہی کا جلوہ ہے جو سرچشمہ ازلیت وابدیّت سے جاری ہوا ہے اور اس جاودان معجزے کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ (ص) ہیں ۔ اس کتاب میں جو مندرجات ہیں وہ "آیات" کی صورت میں ربّ العالمین نے فرشتۂ مخصوص یعنی امینِ وحی (حضرت جبرئیل) (ع) کے ذریعے اعلان رسالت کے بعد ۲۳ سال کے عرصے میں بتدریج آپ کے نازنین وجود مبارک کے دل و دماغ پر نقش فرمائے ۔ چنانچہ ان ہی آیات میں سے ایک آیت میں آپ کو "رحمتِ عالمین" کے عنوان سے یاد فرمایا ہے ۔ [1]

اور یہ ہی قرآن دین اسلام کی آسمانی کتاب کے تحت عنوان

حضرت محمّد (ص) کے توّسط سے دنیا کے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے نازل کیا گیا ۔ جس کی رسالت خاتمیت کی بنیاد پر آپ کو تفویض کی گئی ۔ چنانچہ اس کا ذکر کتاب مقدس میں اس طرح آیا ہے :

۱ ۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے آخری رسول محمد(ص) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسکو تمام ادیان و مزاہب پر غالب قرار دے اور اس کو ایک جگہ جمع کرکے ایک دین کی صورت میں پیش کردے ۔ ۲

۲ ۔ قرآن آسمانی کتاب ہے جو اس کے خدا کی جانب سے نازل ہوئی ہے ۔ یہ ابدی ، جاودانہ اور تاریخی معجزہ ہے ۔ کوئی شخص اس رسول محمد(ص) کے زمانے میں اور اس کے بعد کے زمانے میں اس جیسی کتاب پیدا نہیں کرسکتا۔ ۳

۳ ۔ اسلام خدا کا دین ہے ۔ جو دین زندگی کے عنوان سے اور انسان ساز مجموعۂ قوانین کی حیثیت سے من جانب اللہ بشریت کے لئے بالا ترین اور والاتر فرمان ہے تمام دنیا کے لوگ(اس صورت میں کہ اسکی پیروی کریں اور) اس کے معیار پر پورا اتریں ۔ آخرت کی فلاح و بہبود اور رستگاری کو پہنچیں گے ۔ اس

مُحمّد (ص)
تمام انسانوں کے لئے پیغمبر رحمت اور مایۂ ہدایت ہیں۔ وہ ایک مکمل مثالی انسان اور کردار کے اعتبار سے انسانوں کے لئے کامل المعیار نمونہ ہیں۔

کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانیت کو راضی رکھ سکے ۔ اور بشریت اس کے بغیر ساحل نجات تک نہیں پہنچے گی ۔ ٤

٤ ۔ محمّد(ص) تمام انسانوں کے لئے پیغمبر رحمت اور مایۂ ہدایت ہیں ۔ ٥ وہ ایک مکمل مثالی انسان اور کردار کے اعتبار سے انسانوں کے لئے کامل المعیار نمونہ ہیں ۔ چنانچہ اپنے خالق پر ایمان ، تقویٰ ، خدا کے احکام پر عمل ، نیک خلق و عادت ، اخوت و برادری اور بھائی چارے کی لوگوں کو دعوت ، لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک ، بردباری ، عزّت نفس ، امانت داری ، حق گوئی ، ظلم و شرک کے خلاف جہاد ، خدا کی رضا حاصل کرنیکی غرض سے لوگوں سے محبّت ، فرض شناسی جیسے تمام اوصاف اور عمدہ اخلاق آپکی ذاتِ مبارک میں موجود تھے ۔ اور تمام انسانی فضائل و خصائل آپ کی ذاتِ مبارک میں اعلیٰ ترین اور ناقابلِ تصور حد تک موجود تھے ۔ ٦

آخری بات جو یہاں قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ تفرقہ و اختلاف کو ہوا دینے ایک دوسرے کو اس کی کوتاہیوں پر لعن طعن کرنے اور خود کو (سنّی و شیعہ جیسے) فرقوں اور گروہوں میں تقسیم کرنے کے بجائے اصل روح اسلام کی طرف متوجہ ہوں اور پیغمبر اسلام(ص) جو شکست ناپذیر زحمتیں برداشت کی ہیں ان کی قدر و قیمت کو جانیں اور اس بات کو فراموش نہ کریں کہ اگر ہم دنیا میں ایک مثالی امّت بننا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کے قرآن شریف کے احکامات کے آگے سر تسلیم خم کر دیں ، اور خود کوفرقہ بندی کے تعصّبات سے ہر طرح پاک و صاف رکھیں ہم کو چاہئے کہ خدا کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے

بقیہ: اداریہ

کے سامنے دو ہی راستے تھے مقاومت یا مصالحت ۔ اگر امام حسن(ع) مقاومت اور جہاد کی راہ اختیار کرتے تو اس کا انجام دین کے طرفداروں کے ساتھ ہی محاذحق کی نابودی کی صورت میں رونما ہوسکتا تھا اور خود حسن(ع) بن علی(ع) و بنی ہاشم اور ان کے تمام ساتھیوں کو ہلاکت سے دوچار ہونا پڑتا۔ کیونکہ قدیم اشرافیت دین کے قالب میں سامنے آچکی تھی اور تازہ دم اسلام قبول کرنے والے لوگ اقتصادی طور پر بالکل کمزور اور مفلس ہونے کی وجہ سے دوسری جانب متوجہ تھے ۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی(ع) نے اپنے دور حکومت میں بیت المال کی حفاظت کرنے والے جن افسروں کو بری عادتوں سی روک رکھا تھا انہوں نے علی(ع) کی آنکھ بند ہوتے ہی حضرت علی (ع) کے بنائے گئے اصولوں کی خلاف ورزی شروع کر تھی اور جھوٹ و خیانت کاری ک بازار پوری طرح سرگرم تھا اور اسلامی رنگ و روپ میں عوام فریبانہ نیرنگیوں کی وجہ سے بے پناہ طاقت و قوّت دوسری جگہ جمع ہوچکی تھی فطری امر ہے کہ عام لوگ اس بات کو جانتے اور سمجھتے نہ تھے کہ حق کس کے ساتھ ہے ۔

اس زہر آلود فضا میں امام حسن(ع) یہ چاہتے تھے کہ اپنے پدر بزرگوار حضرت علی (ع) اور جدّامجد حضرت محمّد مصطفےٰ (ص) کی سیرت و روش کا اتباع کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور بعض لوگوں کی وجہ سے اس راہ و روش میں جو انحراف پیدا ہوگیا ہے اسے دور کرنے کے لئے اقدام کریں لیکن ان کے ساتھ اتنے لوگ موجود نہ تھے جو اس فریضہ الہیہ میں ان کا ساتھ دیتے اور منافقین اسلام کے چہروں پر پڑی نقاب کو اتار پھینکنے میں ان کی مدد کرتے تاکہ لوگوں کو اسلام کا ڈھونگ رچانے والوں کی معرفت ہو جاتی ۔

حوالے :

١. سورہ انبیاء آیہ ١٠٧
٢ . سورہ فتح آیہ ٢٨
٣ . سورہ بنی اسرائیل آیہ ٨٨
٤ . سورہ آل عمران آیات ١٩، ٢٠، ٨٥
٥ . سورہ سبأآیہ ٢٦
٦ . سورہ قلم آیہ ٤ و سورہ احزاب آیہ ٢١
٧ . سورہ آل عمران آیہ ١٠٣
٨ . سورہ حجرات آیہ ١٠

بقیہ: حضرت ادریس (ع)

لوگوں نے بارگاہ خداوندی میں معذرت واستغفار شروع کر دیا اور اپنی نادانی پر شرمندہ و پشیمان ہوئے ۔

خداوند عالم نے ان لوگوں کی توبہ قبول کرلی اور ادریس (ع) کو شہر میں واپس بھیج دیا۔ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے سامنے دوبارہ توبہ و استغفار کیا۔ اس کے بعد حضرت ادریس (ع) نے بارگاہ الہی میں بارش کا مطالبہ کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پورے آسمان پر گھنے بادل چھا گئے اور اتنی بارش ہوئی کہ پورا ملک سیراب ہو گیا۔

کئی برس گزر گئے اور حضرت ادریس (ع) اپنی قوم والوں کی قیادت و رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ خداوند عالم نے انہیں مرتبہء عظیم عطا کر دیا۔

rekhta